© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصول احتساب

اسوۂ حسنہ کی روشنی میں

محمد یوسف فاروقی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار صلاحیتوں اور قوتوں سے نوازا ہے۔ اگر انسان اپنے اندر پوشیدہ صلاحیتوں کا تھوڑا بہت بھی ادراک کر لے، اور انہیں اپنی اور اپنے معاشرے کی تہذیب و اصلاح اور تعمیر و ترقی کے لیے استعمال کرے تو دنیا میں ترقی کی رفتار اس سے کہیں زیادہ ہو جائے، جس کا مشاہدہ ہم اس دور میں کر رہے ہیں۔ لیکن خطرہ یہ ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں کو تعمیر و اصلاح کی بہ جائے تخریب و فساد کے لیے استعمال کر بیٹھے تو تباہی و بربادی کی بھیانک صورتیں بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں بھی انسان کی رہ نمائی فرمائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں ہمیں اس بات کی طرف رہ نمائی ملتی ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کا مثبت اور تعمیری استعمال کیسے کریں۔ یہ موضوع اگرچہ ایک مستقل اور جامع بحث کا متقاضی ہے، لیکن یہاں ہم اسوہ حسنہ کے اہم اصول پر گفت گو کریں گے جو انسان کی صلاحیتوں کو تعمیر و اصلاح کی شاہ راہ پر گام زن رکھتا ہے۔ وہ اصول محاسبہ نفس و عمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں خود احتسابی اور اصلاح نفس پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے، اس لیے کہ انسان کی صلاحیتوں کو مسلسل اجاگر کرتے رہنے کی ہر دور اور ہر زمانے میں ضرورت رہتی ہے، اس کے بغیر نہ معاشرے سے برائی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے نہ بھلائی اور خوبیوں کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

معاشرے کی اصلاح کبھی بھی فرد کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے سب سے پہلے فرد کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح نفس کا سب سے پہلا اصول نیت کی درستگی کو قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓ کی روایت نقل کی ہے اور اسی روایت سے اپنی معروف کتاب الجامع الصحیح کا آغاز کیا ہے، اصلاحِ نیت کے بارے میں یہ حدیث بنیادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیثیت رکھتی ہے:

انما الاعمال بالنیات، وانما لکل امری مانوی، فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ (۱)

یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جو اس کی نیت ہوتی ہے۔ جس نے اللہ اوراس کے رسول کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اوراس کے رسول کے لیے ہے۔ اور جس نے دنیوی مقاصد کے لیے ہجرت کی یا کسی خاتون سے نکاح کی غرض سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی مقصد کے لیے ہوگی جس کی اس نے نیت کی ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے میں اپنی کتاب السنن کے لیے چار ہزار آٹھ سو احادیث کا انتخاب کیا جو میری رائے میں مستند ہیں، پھر میں نے غور کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ان ہزاروں احادیث کا لب لباب اور دارومدار چار احادیث پر ہے۔ ان چار میں سے پہلی حدیث یہی حدیث عمرؓ: **انما الأعمال بالنیات** ہے۔

دوسری بنیادی حدیث نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے:

ان الحلال بین وان الحرام بین

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔

تیسری حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا

اللہ تعالیٰ خود پاک وطیب ہے لہٰذا وہ پاکیزہ وطیب ہی کو قبول کرتا ہے۔

اور چوتھی روایت ہے:

من حسن اسلام المرء ترك مالا یعنیہ (۲)

بندے کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کردے۔

امام ابوداؤدؒ کی یہ رائے ان کے غور فکر اور عمیق مطالعے کا نتیجہ ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ حدیث دینی ادب میں کس قدر بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے کہ کسی بھی عمل کے عبادت ہونے کا دارومدار نیت پر ہے۔ اگر نیت درست ہے اور عبادت خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدق نیت سے ادا کی گئی ہے تو وہ عبادت ہے۔ ورنہ وہ عادت اور رسم میں شمار ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کو اپنی نیت کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے، ہر عمل سے پہلے اپنے دل کو ٹٹولنا اور پرکھنا ضروری ہے، تاکہ انسان نیت کا حال جان سکے، اپنے ارادے کو پرکھ سکے کہ واقعی خیر، بھلائی یا عبادت کا قصد کیا ہے یا پھر کہیں نیت میں کھوٹ ہے، نیت میں کھوٹ ہو تو نہ صرف عبادات ضائع ہو جاتی ہیں، بل کہ معاملات میں بھی خرابیاں اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

نیت کا قلب و دماغ سے گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا اصلاحِ نیت کی طرف توجہ دینے کے لیے ہمیں پہلے قلب و دماغ کی طرف توجہ کرنا ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قلب کے بنیادی کردار کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے، فرمایا:

الا ان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله، واذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي القلب (۳)

یاد رکھیے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہے تو سارا جسم درست ہے، اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جائے گا۔ یاد رکھیے وہ گوشت کا لوتھڑا قلب ہے۔

مذکورہ حدیث صراحتاً اس بات پر متنبہ کر رہی ہے کہ اصلاحِ نیت کا دارومدار اصلاحِ قلب پر ہے۔ قلب کی اصلاح ہوگی تو نیت کو درست رکھنا بھی ممکن ہوگا، لہٰذا اصلاحِ قلب یا تزکیہ قلب کی طرف توجہ دینا فرد و معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے بنیادی واجب کا درجہ رکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہج تعلیم و تربیت میں سرفہرست تزکیہ نفس، احسان اور تطہیر اعمال رہا ہے، چوں کہ قلب نہ صرف یہ کہ مرکز ایمان و یقین ہے، بل کہ مومن کے تمام اعمال کے بارے میں خیر یا شر ہونے کا حکم دل کی کیفیت پر موقوف ہے، لہٰذا قلب کی صحت و تطہیر کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ تزکیہ نفس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں امراض قلبیہ کی تشخیص کر کے ایک ایک مرض کو دور کیا جائے۔

امراض قلبیہ میں سرفہرست کبر ہے، اس کے علاوہ نفاق، ریا، بغض و حسد، حرص و طمع، بخل وغیرہ ہیں یہ وہ رذائل ہیں جو ہر قسم کے فتنے و فساد کی جڑ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام امراض کا علاج کر کے پہلے قلب کو صحت مند بنایا پھر اسے عبادات قلبیہ کے ذریعے اس قدر مضبوط و قوی کر دیا کہ برے تصورات و خیالات یا تو دل میں جگہ ہی نہیں پاتے یا اگر کسی شیطانی وسوسے کے تحت غلط یا برے خیالات دل میں مچلتے بھی ہیں تو جلد ہی جھٹک دیے جاتے ہیں، اس لیے کہ قلب مومن یقین و اخلاص، تقویٰ، صبر و شکر، توکل، قناعت، صدق و استقامت جیسے اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے اس قدر قوی ہو جاتا ہے کہ ہر شیطانی وسوسے، ہر بری خواہش اور ہر بری نیت کو کنٹرول کر کے فحشا و منکر، بغی و فساد کے راستوں کا سد باب کر دیتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور اہل ایمان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ نہ صرف خود بلکہ پورے معاشرہ کو فلاح وسعادت، تعمیر وترقی اور خیر کے کاموں میں آگے بڑھانے کے لیے کوشاں رہے۔ مذکورہ گفت گو سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نیت کی اصلاح کے لیے کس قسم کی تعلیم وتربیت اور کس قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور پر فضائل اخلاق میں اخلاص، تقویٰ، صدق، تواضع، عفو ودرگزر اور جذبہ خیر خواہی ایسی صفات ہیں جو انسان کی اصلاح نیت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اسی نکتے کی طرف رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں اشارہ ملتا ہے:

ان اللہ لا ینظر الی اجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم (۴)

اللہ تعالیٰ کی نظر نہ تمہارے جسموں کی طرف ہوتی ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف، لیکن وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

اخلاص اور صحت نیت ہی سے صحیح فہم وفراست پیدا ہوتی ہے، صحت فہم کے بارے میں امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

صحة الفهم نور يقذفه الله في قلب العبد يميز به بين الصحيح والفاسد، والحق والباطل، والهدى والضلال، والغي والرشاد، ويمده حسن القصد وتحرى الحق وتقوى الرب في السر والعلانية (۵)

حسب ونسب کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر جو معروف خطبہ دیا تھا اس میں ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے حسب ونسب اور مال ودولت کی بنیاد پر نہیں ہوتے۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (۶)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد وعورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم پہچانے جاسکو، اور تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ ہدایات اس بات کی طرف واضح رہ نمائی کر رہی ہیں کہ انسان کو اپنی نیت، ارادے اور اعمال کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے، اس لیے کہ اپنے عمل، اپنے کام، اپنے علم وفکر اور اخلاق وکردار کو بہتر بنانے کا یہ سب سے زیادہ موثر ذریعہ ہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے:

حاسبوا انفسكم قبل ان تحاسبوا، وتزينوا للعرض الاكبر، وانما يخفف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الحساب یوم القیمة علی من حاسب نفسه في الدنیا (۷)

اپنا محاسبہ خود کرتے رہو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کوئی اور کرے، اور بڑے دن کی پیشی کے لیے تیاری کرو، اس لیے کہ جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے قیامت کے دن اس کا حساب وکتاب آسان ہوگا۔

حضرت عمرؓ خود اس پر بہت سختی سے عمل کرتے تھے، امام غزالیؒ حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا کہ مجھے حضرت عمرؓ سب سے زیادہ عزیز ومحبوب ہیں اس لیے کہ وہ ہمیشہ اپنا محاسبہ خود کیا کرتے تھے، اور کسی کام میں کوئی کمی یا کوتاہی رہ جاتی تو وہ اس کا تدارک کردیا کرتے تھے۔(۸) حضرت حنظلہؓ کے واقعے سے بھی اس بات کا علم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اپنے اعمال کا جائزہ لیا کرتے تھے، حضرت حنظلہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ کاتب تھے۔ ایک روز اپنے گھر سے نکلے، کچھ پریشان تھے، راستہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا حنظلہ کیسے مزاج ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ **نافق حنظلہ** کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، سبحان اللہ! حنظلہ کیا کہہ رہے ہو حضرت حنظلہ نے وضاحت کی کہ جب ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں نصیحت فرمارہے ہوتے ہیں، جنت وجہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنت کی نعمتیں بھی ہمارے سامنے ہیں اور جہنم کی آگ بھی ہمارے سامنے ہے، لیکن جب ہم اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، بیوی بچوں میں اور گھریلو مصروفیات میں ہوتے ہیں تو ہماری وہ کیفیت باقی نہیں رہتی، بہت سی باتیں یاد بھی نہیں رہتیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ بھی پریشان ہوگئے، فرمانے لگے یہ کیفیت تو ہم سب کی ہوتی ہے۔ اسی پریشانی میں دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت حنظلہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اسی طرح عرض کیا **نافق حنظلة یا رسول الله**، یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا آخر معاملہ کیا ہے؟ حضرت حنظلہؓ نے اپنی دونوں کیفیتوں کو بیان کردیا کہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں تو اس وقت کیا کیفیت ہوتی ہے، اور جب اپنے بیوی بچوں میں ہوتے ہیں تو وہ کیفیت باقی نہیں رہتی یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری زندگی ہے، اگر تمہاری وہ کیفیت جو میری مجلس نصیحت میں ہوتی ہے برقرار رہے تو تمہارا یہ مقام ہو کہ فرشتے راہوں میں کھڑے تم سے مصافحہ کیا کریں۔(۹)

© rasailojaraid.com

اس سارے واقعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرام اپنا محاسبہ کس قدر کیا کرتے تھے،

© rasailojaraid.com

صحابہ کرام کا یہ مزاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھا۔ امام ترمذیؒ نے شداد بن اوس کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت، والعاجز من أتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ (۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دانش مند انسان وہ ہے جس نے اپنے نفس کی حفاظت کی اور موت کے بعد کی زندگی کی تیاری کی، اور عاجز ولاچار وہ شخص ہے جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرے، اور اللہ تعالیٰ سے آرزوئیں باندھتا رہے۔

امام ترمذیؒ کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے اور من دان نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے قبل اس کے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ فرمائیں۔ ان روایات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیمی وتربیتی منہج کا یہ حصہ تھا کہ ہر فرد اپنے نفس، اعمال اور معاملات کا محاسبہ کیا کرے۔ اس لیے کہ شخصیت کے ارتقا اور اعمال وامور میں کمال پیدا کرنے کے لیے محاسبہ ایک ضروری اصول ہے۔

ایک روایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے، معنوی لحاظ سے مذکورہ روایات کی تائید کرتی ہے، لیکن اس روایت کو عام محدثین نے نقل نہیں کیا ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ مقبول روایت ہے۔ الخطیب البغدادیؒ کی ایک کتاب اقتضاء العلم العمل کو ناصر الدین البانیؒ نے اپنی تحقیق کے ساتھ مدون کر کے شائع کیا ہے، اس کتاب میں انہوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ابوشجاع نے اس روایت کو حضرت عمرؓ کے ماثور کے طور پر نقل کیا ہے۔ روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من استوی یوماہ فھو مغبون، ومن کان امسہ خیر من یومہ فھو محروم (۱۱)

جس شخص کے دو دن یکساں گزریں وہ نقصان میں ہے، اور جس کا کل آج سے بہتر گزرا ہو تو وہ محروم ہے۔

احتساب کے موضوع پر یہ روایت بہت اہم ہے۔ یہ روایت اہل ایمان کو اس بات پر آمادہ کر رہی ہے کہ ان کی زندگی ہر لمحہ اور ہر لحظہ کمال اور خوبی کی جانب بڑھتے رہنا چاہیے۔ ایک طرف انسانی شخصیت میں سنجیدگی، وقار اور جسمانی صحت بہتر ہوتی رہے، دوسری طرف انسانی حواس، فکری وذہنی صلاحیت میں ارتقا اور عملی زندگی بہتر سے بہترین ہوتی رہے۔ یقینی بات ہے کہ یہ صورت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب انسان خود اپنا کڑا احتساب کرنے کا عادی ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کے علم میں جوں جوں وسعت پیدا ہوتی ہے، اس کے مطابق اس کی عملی زندگی بھی بہتر ہوجاتی ہے۔ علمی وسعت سے ایمان وعقیدے میں مزید استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اخلاقی رویے میں مسلسل تروتازگی پیدا ہوتی ہے۔ غرض انسان ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے ارتقائی مراحل طے کرنے لگتا ہے۔ ارتقائی مراحل میں رکاوٹ مومن کے لیے محرومی ہے۔ فکر وعمل اور بحث ودریافت میں رکاوٹ موت کے مترادف ہے۔ قرآن حکیم اس بات پر بہت زور دیتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرے، آفاق وانفس میں غور وفکر کی دعوت، کائنات کے نظم میں غور وفکر، کائنات کی تسخیر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدہ کے لیے پیدا کی ہیں، اب یہ انسان کا فرض ہے کہ غور وفکر کے ذریعے نتائج حاصل کرے، پھر حاصل کردہ نتائج کو پرکھے، ان کا جائزہ لے اور دیکھے کہ نتیجہ حاصل کرنے میں اس سے غلطی تو نہیں ہوئی، غلطی کا احساس ہوجائے تو اس کی تلافی کی تدبیر کرے، غرض انسان اپنے علم وحواس اور تجربے کی بنیاد پر یہ جاننے کی کوشش کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیا سے کس طرح زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، کامیابی اور ترقی کا یہی ایک راستہ ہے جو احتساب کی راہ پر گامزن ہوکر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

قرآن حکیم ایسے ناکام لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو اپنی عقل وفکر اور حواس سے کام نہیں لیتے، ایسے لوگ آخرت میں جہنم کا ایندھن ہوں گے:

> **وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ** (۱۲)
>
> ہم نے بہت سے جن وانس جہنم کے لیے پیدا کیے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دل ودماغ تو رکھتے ہیں لیکن ان سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے، آنکھیں تو ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں، کان تو ہیں لیکن ان سے (صحیح بات) سنتے نہیں۔ یہ چوپایوں کی طرح ہیں، بل کہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں غور کیجیے یہاں ناکام انسانوں کے انجام کو بیان کیا جارہا ہے، ''لجہنم'' میں لام عاقبت کے لیے ہے جو یہ مفہوم دیتا ہے کہ وہ لوگ جو غفلت کا رویہ اختیار کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مکلف (عاقل وبالغ، ذمے دار) بنایا ہے لہٰذا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے عقل وفہم سے کام لینا چاہیے، حصول علم کے تمام ذرائع ووسائل کو استعمال کرنا چاہیے، اور اگر کہیں غلطی اور خطا کا علم ہو جائے تو اس کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرے گا تو وہ جانور سے بھی بدتر قرار پائے گا اس لیے کہ جانور کو اللہ تعالیٰ نے مکلف نہیں بنایا جب کہ انسان مکلف ہے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم نے جابجا واضح کیا ہے کہ فلاح وسعادت اور ہدایت کا راستہ عقل وتفکر کا راستہ ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل کی نعمت سے کام نہیں لیتے، اپنے حواس سے مثبت اور تعمیری کام نہیں لیتے بل کہ خواہشات نفس سے مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں ان کی فکری صلاحیتیں بے کار ہو جاتی ہیں، فہم و ادراک کی قوتیں بھی ماند پڑ جاتی ہیں۔

احتساب کی اہمیت کا ایک اور پہلو سے بھی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ ترقی کے مراحل طے کرے، خوب سے خوب تر کی طرف بڑھتا رہے، اسے خوشی اور راحت ملے، اور ان نعمتوں کے حصول میں وہ دوسروں سے آگے نکل جائے۔ یہ ایسی فطری خواہش ہے کہ اگر صحیح رہ نمائی حاصل ہو تو ارتقا کے مراحل خیر و بھلائی اور معروف کے کاموں میں طے ہوتے ہیں اور اگر صحیح رہ نمائی میسر نہ ہو تو حصولِ مفادات کا یہ جذبہ برائی، منکر اور فتنے وفساد کی طرف لے جاتا ہے۔ لہٰذا محاسبہ کے عمل سے گزرنے والے کے لیے رہ نمائی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن وسنت رہ نمائی بھی مہیا کرتے ہیں اور مسابقت پر آمادہ بھی کرتے ہیں:

سَابِقُوا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِنْ رَبِّکُمْ وَ جَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (۱۳)

تم اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف سبقت لے جانے کی کوشش کرو، جس کی چوڑائی زمین وآسمان کی چوڑائی کی طرح ہے۔

سَابِقُوا بابِ مفاعلہ سے امر کا صیغہ ہے، اس میں ایک دوسرے سے مسابقت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم دیا جا رہا ہے کہ بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ (۱۴)

بھلائی کے کاموں میں اتم ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔

سورہ مائدہ میں بھی اس کلمے کو دہرایا گیا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب واحکام نازل کر کے اپنے بندوں کو آزماتا ہے، لیکن کام یاب انسان وہی ہے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آزمائش کی گھڑی میں بھی اچھے کاموں پر نظر رکھتا ہے اور مسابقت سے دست بردار نہیں ہوتا:

وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (۱۵)

لیکن اللہ تمہیں کتاب واحکام دے کر آزماتا ہے، لہٰذا تم بھلائی اور خیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔

سورہ المومنون میں اللہ تعالیٰ نے ان اہل ایمان کو کامیابی کی بشارت دی ہے جن کے دل خشیت الٰہی سے لب ریز ہوں، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوں، جو ہر قسم کے شرک سے اجتناب کرتے ہوں، اور جو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں اس یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہوں کہ لوٹ کر اسی خالق و مالک کی طرف جانا ہے۔ اہل ایمان کی ان صفات کا ذکر کر کے قرآن حکیم کہتا ہے:

أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ (۱۶)

یہی وہ لوگ ہیں جو بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں میں سبقت لے جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں غور و فکر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دین اسلام ہمیں بھلائی اور خیر کے کاموں کو انجام دینے پر کس قدر ابھارتا ہے، باہم مسابقت کا میدان بھی یہی ہے، اس لیے کہ دنیا میں تہذیبی، تمدنی، علمی، فکری اور فنی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی اور اخلاقی ترقی کا یہ کامیاب ذریعہ ہے۔ مسابقت کا جذبہ انسان میں ایک طرف جدوجہد اور عمل کی رفتار کو تیز کر دیتا ہے تو دوسری طرف انسان میں اپنی ذات، کردار اور اعمال کا محاسبہ کرنے کی بہتر صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

محاسبے کے موضوع کا اس زاویے سے بھی مطالعہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہر انسان کے اعمال کا حساب و کتاب لیا جائے گا، لہٰذا ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینے کی تیاری کرنا چاہیے۔ بندہ مومن جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حساب دینے کی تیاری کرتا ہے تو وہ لامحالہ اپنے سارے اعمال کا جائزہ لیتا اور پھر اس جائزے کی روشنی میں اپنے مستقبل کے اعمال کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ (۱۷)

قیامت کے روز ہم عدل وانصاف کے پیمانے قائم کر دیں گے، پھر کسی فرد پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاسکے گا، اور اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا، تو وہ بھی پیش کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیا جائے گا اور ہم حساب لینے کے لیے کافی ہیں۔

أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ٥ (۱۸)

یاد رکھیے حکم صرف اللہ تعالیٰ کا چلے گا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

وَاللهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ٥ (۱۹)

اور اللہ تعالیٰ ہی فیصلے کرتا ہے، اس کے فیصلے کو کوئی طاقت رد نہیں کرسکتی، وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (۲۰)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، اور ہر انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ اس نے آئندہ کل کے لیے کیا کچھ بھیجا ہے۔

قرآن حکیم کے مضامین کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ایسے مضامین جگہ جگہ ملتے ہیں جو ہماری توجہ اس بات کی طرف مبذول کراتے ہیں کہ اس دنیا میں ہم اپنے تمام اعمال کا ناقدانہ جائزہ لیتے رہا کریں، اس لیے کہ ہمارا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اپنی قدر رکھتا ہے۔ انسان کے تمام اعمال آخرت میں حساب و کتاب کے لیے محفوظ کرلیے جاتے ہیں۔ وہاں ہر شخص کے سامنے اس کا نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (۲۱)

جس شخص نے ذرہ برابر نیکی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

قرآن کی یہ تنبیہ ہمیں اس بات کی یاد دہانی کراتی ہے کہ اس دنیا میں ہمارے پاس موقع ہے۔ ہم اپنی غلطیوں کوتاہیوں اور گناہوں کے لیے اپنے رب سے معافی مانگ سکتے ہیں۔ اعمالِ خیر میں اضافہ کرسکتے ہیں، ش گویا اگر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس دنیا میں اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔

اعمال میں اللہ تعالیٰ کو احسن عمل (بہتر عمل) مطلوب ہے، جس کی جزا اللہ تعالیٰ بندے کی نیت، اخلاص اور قلبی کیفیت کے مطابق عطا فرماتے ہیں۔ یہ دنیا تو مقامِ امتحان اور آزمائش گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ دیکھتے ہیں کہ کون اس دنیا میں زیادہ اچھے اعمال کرتا رہا ہے:

لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ٥ (۲۲)

تاکہ ہم آزمائیں کہ کون زیادہ اچھے عمل کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝ (۲۳)

اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے موت وحیات کو اس لیے بنایا کہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں کون لوگ اچھے عمل کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت غالب اور مغفرت کرنے والا ہے۔

ہر ذی شعور اور سمجھ دار انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی دنیوی زندگی کے اعمال کا جائزہ لے اور دیکھے کہ اس کے پاس اچھے اعمال کا ذخیرہ کتنا ہے۔ آخرت میں اس کی کام یابی کے امکانات کتنے روشن ہیں۔ اگر انسان اس دنیا میں اپنا محاسبہ کرے تو کمی یا کوتاہی کی صورت میں تلافی کی گنجائش ہوتی ہے۔ وہ ایک طرف اپنی غلطیوں اور گناہوں پر توبہ واستغفار کر کے انہیں معاف کرواسکتا ہے، دوسری طرف اس کے پاس موقع ہے کہ وہ اپنے اچھے اعمال میں اضافہ کرلے۔

یہ چند آیات ہم نے بہ طور نمونہ یہاں نقل کی ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس مفہوم کو بیان کرنے والی آیات بڑی تعداد میں ہیں جو اہل ایمان کو بار بار یہ احساس دلاتی ہیں کہ وہ اپنے ایمان، اپنے نفوس اور اپنے اعمال وغیرہ کا احتساب کرتے رہا کریں، تاکہ اگر ہمارے کسی عمل میں کوتاہی ہوگئی ہے تو ہم اس کی تلافی کرسکیں اور اگر ہمارے اعمال اچھے اور نتیجہ خیز رہے ہیں تو بھی احتساب کے ذریعے ہم اپنے مستقبل کے اعمال کو مزید بہتر بناسکیں اور ان میں حسن وکمال پیدا کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ کو اعمال میں کمال پسند ہے، حدیث احسان بھی ہمیں اپنے اعمال میں کمال پیدا کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔ چناں چہ مشہور حدیث ہے جس میں احسان کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا تم ذات باری تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرتے ہو، اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہوسکے تو یہ یقین تو ضرور پیدا ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ (۲۴)

صوفیائے کرام اور زہاد کے تصور مراقبہ میں بھی محاسبۂ نفس کا اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ مراقبے کا تصور، بہ قول امام غزالیؒ، قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا (۲۵)

یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگہ بان ہے۔

اگر ہم ہر وقت اپنی نگہ بانی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے جو عہد و پیمان کیے ہوئے ہیں ان کا خیال نہیں رکھیں گے تو ہم پر غفلت اور کاہلی کے پردے پڑ جائیں گے اور ہمارا نفس سرکش ہوجائے گا۔ لہٰذا بندۂ مومن کو اس بات کا یقین پیدا کرلینا چاہیے کہ حق تعالیٰ اس کے تمام اعمال اور خیالات سے ہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقت باخبر ہے، وہ ظاہر کو بھی دیکھتا ہے اور باطن کو بھی خوب جانتا ہے۔ جس شخص کے دل و دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی، اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اس کا ظاہر و باطن ادب سے آراستہ ہوجائے گا۔ (۲۶)

محاسبے کا عمل انفرادی طور پر بھی جاری رہنا چاہیے اور اجتماعی طور پر بھی۔ اجتماعی محاسبے کا عمل عدلیہ اور نظامِ قضا کے ذریعے بھی جاری رہتا ہے۔ اگر عدالتی نظام عدل و انصاف کے اصولوں کے مطابق قائم ہو اور دستور و قانون اپنی صحیح روح کے ساتھ نافذ ہوں تو عدل و قضا کا نظام بھی اجتماعی محاسبے کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ عدالت کے ذریعے انصاف کے قیام کا سارے معاشرے پر مثبت اثر مرتب ہوتا ہے۔

قاضی شریحؒ کی عدالت کا مشہور فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی زرہ کھوگئی تھی ایک روز آپ نے وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی تو خلیفہ وقت نے واپسی کا مطالبہ کیا، اور یہودی کے انکار پر اپنی خلافت کے قاضی حضرت شریح کی عدالت میں مقدمہ پیش کر دیا۔ دونوں عدالت میں پیش ہوئے حضرت علیؓ زرہ کی ملکیت کے دعوے دار تھے، یہودی نے انکار کیا اور کہا کہ زرہ اس کی ملکیت ہے۔ قاضی شریح کو اگرچہ پورا یقین تھا کہ زرہ کے معاملے میں حضرت علی کا دعویٰ صحیح ہے، لیکن قانون کے مطابق حضرت علیؓ کو گواہ پیش کرنے کے لیے کہا، حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ کو بہ طور گواہ پیش کیا تو قاضی شریح نے بچوں کی گواہی کو باپ کے حق میں رد کر دیا۔ پھر شہادت مکمل نہ ہونے پر فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔ حضرت علیؓ نے قاضی کے فیصلے کو بلا چون و چرا قبول کرلیا اور وہ زرہ یہودی کے حوالے کردی۔ قاضی کے جرأت مندانہ فیصلے اور حضرت علیؓ کے فیصلہ عدالت کو قبول کر لینے کا یہودی پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے نہ صرف یہ کہ اعتراف کیا کہ یہ زرہ واقعی حضرت علیؓ کی ہے، بل کہ قانون اور عدلیہ کی بالادستی کو دیکھتے ہوئے اسلام بھی قبول کرلیا۔ حضرت علیؓ اس کے قبولِ اسلام سے اس قدر خوش ہوئے کہ وہ زرہ اور اپنا گھوڑا دونوں اسے تحفتاً دے دیے۔ (۲۷)

عدالتی محاسبے کی ہماری تاریخ میں بے شمار مثالیں ہیں۔ یہاں اگر ہم عدلیہ کی مثالیں دینے لگیں تو مضمون غیر معمولی طویل ہوجائے گا۔ البتہ کچھ مثالیں انتظامیہ اور اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگوں کے محاسبہ کے تاریخی واقعات اور ان کے بارے میں ہدایات کا بیان کرنا مفید ہوگا۔

ابن لتبیہ کے احتساب کا واقعہ مشہور ہے، اسے امام مسلم نے اپنی الجامع الصحیح میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقات کی وصولی کے لیے عامل مقرر کیا تھا، جب وہ صدقات کی وصولی کے بعد آئے اور جمع شدہ اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات میں پیش کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ صدقات کا مال یہ ہے، اور کچھ چیزیں لوگوں نے مجھے بہ طور ہدیہ دی ہیں، وہ یہ ہیں، اس پر رسول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضی کا اظہار فرمایا، اور کہا کہ اگر تم اپنے والدین کے گھر بیٹھے رہتے تو کیا پھر بھی تمہیں یہ تحائف ملتے ۔(۲۸) چناں چہ وہ تمام تحائف بیت المال میں جمع کردیے گئے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنے عمال کے محاسبے کی مثال ہے۔ اس روایت کی بنیاد پر فقہا نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ اعلیٰ عہدوں پر فائز لوگوں کے لیے ہدایا وتحائف قبول کرنا جائز نہیں، اگر سرکاری عہدے داروں اور حکم رانوں نے ان ہدایا کو کسی وجہ سے قبول کرلیا تو انہیں بیت المال میں جمع کرانا ضروری ہے۔ حکم رانوں اور اعلیٰ عہدے داروں کے لیے یہ ہدایا رشوت کا درجہ رکھتے ہیں۔

عام طور پر برسر اقتدار اور بااختیار لوگ، ان کے قریبی رشتہ دار اور مصاحبین عام لوگوں کے ساتھ زیادتی کرجاتے ہیں، اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو قانون کی گرفت اور احتساب سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عہدہ خلافت پر فائز ہوتے ہی اس تصور کی نفی فرمادی تھی، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے پہلے خطاب میں فرمایا:

ایها الناس! قد ولیت علیکم ولست بخیر کم، فان احسنت فاعینوني، وان اسأت فقوموني (۲۹)

لوگو! مجھے تمہارا امیر مقرر کردیا گیا ہے حال آں کہ میں تم میں سب سے بہتر انسان نہیں ہوں، اگر میں اچھے کام کروں تو تم میرے ساتھ تعاون کرنا اور اگر مجھ سے غلطی ہوجائے تو میری اصلاح کردینا۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں تو ہم نے بتایا ہے کہ وہ خود بھی اپنا محاسبہ کرتے تھے اور لوگوں کی بھی حوصلہ افزائی فرماتے تھے کہ وہ خلیفہ کے فیصلوں اور کاموں پر نظر رکھیں، اور اگر کہیں انہیں کوئی خامی یا کم زوری نظر آئے فوراً انہیں مطلع کریں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے فرمایا کہ اے کعب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ میرا نظم حکومت خلافت کے نہج پر چل رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے نظم حکومت میں بادشاہوں والا انداز آگیا ہو؟ اس پر حضرت کعبؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں، آپ میں ملوکیت کے آثار بالکل نہیں۔ آپ خلیفہ ہی ہیں، آپ کے نظم وانداز میں ملوکیت کا کوئی اثر نہیں۔(۳۰) حضرت کعبؓ کے جواب سے حضرت عمرؓ میں اطمینان کی کیفیت پیدا ہوئی۔ حضرت عمرؓ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ لوگ اگر ان میں کوئی خامی دیکھیں تو انہیں ضرور مطلع کریں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

أحب الناس إلي من رفع الي عیوبي (۳۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ شخص مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے تمام رعب و دبدبے کے باوجود لوگوں کو یہ حق دیا ہوا تھا کہ وہ جب اور جس وقت محسوس کریں کہ خلیفہ وقت نے اپنے فرائض کی ادائیگی یا اپنے کسی بھی عمل میں کوتاہی کا ارتکاب کیا ہے تو وہ بلا جھجک انہیں متنبہ کردیں۔ اس کی واضح مثال وہ واقعہ ہے جب حضرت عمرؓ خطبۂ جمعہ کے لیے منبر پر تشریف لاتے ہیں تو ایک عام فرد کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ اے عمر ہم آپ کی بات اس وقت تک نہیں سنیں گے جب تک آپ ہمیں اپنے لباس کے بارے میں وضاحت نہیں کرتے۔ بیت المال سے آپ کو جو کپڑا ملا تھا اس میں تو آپ کا لباس نہیں بن سکتا تھا۔ آپ بتایے کہ یہ زائد کپڑا کہاں سے آیا؟ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحب زادے عبداللہ سے کہا کہ تم بتاؤ یہ لباس کیسے بنا؟ حضرت عبداللہؓ نے بتایا کہ بیت المال سے انہیں جو پارچہ ملا تھا وہ انہوں نے اپنے والد کو دے دیا تھا، تاکہ حضرت عمرؓ ایسے قدآور شخصیت کا لباس بن سکے۔ حضرت عبداللہؓ کی وضاحت پر اس بدو نے کہا کہ اب آپ خطبہ دیجیے، ہم آپ کی بات سنیں گے۔ (۳۲)

یہ واقعہ اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں عام آدمی بھی یہ جانتا تھا کہ اگر خلیفہ وقت کا کوئی عمل اسے قابل گرفت محسوس ہو تو وہ بلا جھجک اس کا اظہار کرسکتا ہے اور خلیفہ وقت بھی پورے تحمل اور بردباری کے ساتھ سائل کو مطمئن کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ اور دیگر خلفا کے ایسے بہت سے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سربراہ مملکت ذمے دار فرد ہوتا ہے، وہ لوگوں کی غلطیوں کے ارتکاب پر ان کا محاسبہ کرتا ہے اور معاشرے کے لوگ خصوصاً اہل حل وعقد، علماء وغیرہ سربراہ مملکت کا محاسبہ کرتے ہیں۔ تاریخی نظائر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابو مسلم حولانی فرماتے ہیں:

لا یصلح الناس إلا بالإمام، ولا یصلح الإمام إلا بالناس (۳۳)

لوگوں کی اصلاح امام کے بغیر ممکن نہیں، اور امام کی اصلاح لوگوں کے بغیر ممکن نہیں۔

گویا اصلاح کا عمل دونوں طرف سے جاری رہتا ہے، جہاں حکومت لوگوں اور معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتی ہے وہاں عوام اپنی ناصحانہ اور مخلصانہ تنقید کے ذریعہ حکمرانوں کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

حولانی کا مذکورہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ ہی سے ماخوذ ہے۔ اس لیے کہ محاسبے کا اصل مقصد فرد اور معاشرے کی اصلاح ہے۔ حولانی کے اس قول میں بھی اصلاح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ محاسبہ ایک مشکل عمل ہے، لہٰذا اس کی مناسب تعلیم وتربیت کی ضرورت ہے۔ محاسبہ نفس اور اپنے ذاتی اعمال وکردار کا محاسبہ شاید زیادہ مشکل نہ ہو، لیکن صحیح تعلیم وتربیت کے ذریعے انفرادی محاسبے کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ البتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسروں کا احتساب یا اجتماعی احتساب مشکل کام ہے۔ شریعت اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ احتساب کے نام پر دوسروں کی تذلیل، تحقیر، توہین یا دل آزاری کی جائے، نہ ہی اسلام کا اخلاقی نظام اس چیز کو گوارا کرتا ہے، اس لیے کہ دوسروں کی تحقیر وتذلیل کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں برائی اور بہت سی معاشرتی خرابیاں پیدا ہوسکتی ہیں، لہٰذا دوسروں کے احتساب کا کام ان ہی لوگوں کو انجام دینا چاہیے جو تعلیم یافتہ، مہذب اور باقاعدہ تربیت یافتہ ہوں تاکہ مثبت انداز میں اصلاح فرد اور اصلاح معاشرہ کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اس سلسلہ میں صحیح رہ نمائی اسوۂ حسنہ سے ہی مل سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث **الدین النصیحۃ** (۳۴) بہت جامع ہے اور بہت سے اجتماعی امور، انتظامی معاملات وغیرہ میں ہماری رہ نمائی کرتی ہے۔ یہ حدیث ایک رہ نما اصول کی حیثیت رکھتی ہے، اسے بہ طور اصول قبول کر کے امت مسلمہ کو اپنے نظام حیات اور نظم تعلیم وتربیت کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے خاص طور پر ہمارے اخلاقی رویوں کی تربیت میں اخلاص نیت کا بہت گہرا دخل ہے۔

محاسبے کی اس بحث کو ہم سورۃ انفال اور سورۃ رعد کی ان آیات کے تذکرے پر ختم کرنا چاہیں گے، جن میں اللہ تعالیٰ نے قوموں کے حالات میں تبدیلی کا اصول بیان فرمایا ہے۔ قومِ فرعون جب عذاب الٰہی کی گرفت میں آئی اور انہیں جو حکومت واقتدار حاصل تھا اور اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں سے وہ محظوظ ہو رہے تھے وہ نعمتیں ان سے چھین لی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اصول اس طرح یاد دلایا:

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (۳۵)

یہ اس لیے کہ (قانونی آگہی یہ ہے) کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو عطا کی ہے وہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالت نہ بدل لیں۔

دوسری آیت مبارکہ یہ ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (۳۶)

اور اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک تبدیل نہیں کرتے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں۔

گویا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری، اس کے عطا کردہ علم وفہم اور صلاحیتوں سے صحیح کام نہ لینے اور آیات الٰہی کا انکار کرنے کا نتیجہ زوال نعمت کی صورت میں ہوتا ہے، جو لوگ اپنے حالات کا جائزہ نہیں لیتے، قلب ونفس کا محاسبہ نہیں کرتے اور اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے، وہ نعمتوں سے محرومیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ محرومیوں سے بچنے اور ارتقائی منازل طے کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہیں، اپنی خامیوں اور کم زوریوں کو دور کر کے اپنی ذہنی، فکری، علمی و عملی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوششیں کریں۔ معاشرہ کی فلاح وسعادت کا راستہ یہی ہے۔

حوالے

۱۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، حدیث نمبر ۱
صحاح ستہ کے علاوہ حدیث کی ہر قابل ذکر کتاب میں یہ حدیث موجود ہے۔
امام شافعیؒ اور ابن مہدی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ایک تہائی علم کی حامل ہے اور فقہ کے ستر ابواب کو محیط ہے۔ ومعرفۃ السنن والاثار: ج۱ص ۱۵۳۔ فتح الباری: ج۱ص ۱۱۔
اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ چار احادیث دین کی بنیاد ہیں۔ ان میں سرفہرست یہ حدیث عمرؓ ہے۔ جامع العلوم والحکم لابن رجب: ص ۸

۲۔ دوسری حدیث ان الحلال الخ متفق علیہ حدیث ہے، امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں باب من استبرء لدینہ میں نقل کی ہے۔ تیسری حدیث ان اللہ طیب الخ امام مسلم نے کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ من الکسب الطیب میں نقل کی ہے۔ چوتھی حدیث، من حسن اسلام المرء الخ کو امام ترمذیؒ نے اپنی جامع کتاب الزہد، باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحک بہا الناس میں نقل کیا ہے۔

۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، حدیث نمبر ۵۲۔ ہم نے دین کی چار بنیادی اصولوں پر مبنی احادیث کا متن میں ذکر کیا ہے، یہ حدیث دوسری بنیادی اصول پر مبنی حدیث کا حصہ ہے اور یہ نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے۔ الحلال بین والحرام بین الخ، ابوداؤد، سنن، کتاب الیوع، باب اجتناب الشبہات، حدیث نمبر ۳۳۲۹

۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب تحریم ظلم المسلم، حدیث نمبر ۶۵۴۲

۵۔ دیکھیے: ابن قیم۔ اعلام الموقعین ۱: ۸۷۔ اس روایت کو عامر بن کریز نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے اسی باب میں یزید بن الاصم کی روایت بھی حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ اس میں اموال کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مسلم، حوالہ بالا، حدیث نمبر ۶۵۴۳۔ ابن ماجہ۔ سنن: کتاب الزہد، باب القناعۃ، حدیث نمبر ۴۱۴۳۔ بعض روایات میں احساب کا لفظ بھی نقل ہوا۔ (سفیان نے جعفر سے جو روایت نقل کی ہے اس میں صور واموال کے ساتھ احتساب کا لفظ بھی نقل کیا ہے، دیکھیے: ابن مندہ، محمد بن اسحاق، الایمان، باب ذکر مایدل الی ان حقیقۃ الایمان والاسلام فی صدر العبد ا: ص ۳۹۵، حدیث نمبر ۳۲۶

۶۔ الحجرات: ۱۳

۷۔ ترمذی۔ جامع ترمذی: کتاب الزہد، باب حدیث الکیس من دان نفسہ، حدیث نمبر ۲۴۵۹

۸۔ الغزالی، ابوحامد محمد۔ کیمیائے سعادت: اصل ہشتم، باب محاسبہ ومراقبہ محاسبہ کا تیسرا مقام محاسبے نفس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۔ مسلم، الجامع الصحیح: کتاب التوبہ، باب فضل دوام الذکر والفکر، حدیث نمبر ۶۹۶۶۔ ترمذی۔ جامع الترمذی: کتاب الزہد، باب حدیث حنظلہ، حدیث نمبر ۲۵۱۴، ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی حضرت حنظلہ سے ملاقات ہوئی تو اس وقت ان پر گریے کی کیفیت طاری تھی۔

۱۰۔ ترمذی۔ جامع ترمذی: کتاب صفۃ القیامہ، باب الکیس من دان نفسہ، حدیث نمبر ۲۴۵۹۔ امام احمد بن حنبلؒ نے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: **کل امری حسیب نفسہ** ''ہر شخص خود اپنا محاسب ہوتا ہے''۔ احمد بن حنبل۔ المسند: ج ۳، ص ۳۰۵

۱۱۔ خطیب البغدادی۔ اقتضاء العلم، تحقیق ناصر الدین البانیؒ۔ المکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۹۷ھ: ص ۱۱۲۔ ابوشجاع شیرد یہ۔ الفردوس بماثور الخطاب: ج ۳، ص ۶۱۱۔ ایک دوسری روایت میں مغبون کی جگہ ملعون کا لفظ بھی آیا ہے گویا ایسا کاہل فرد اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ الاعراف: ۱۷۹

۱۳۔ الحدید: ۲۱

۱۴۔ البقرہ: ۱۴۸

۱۵۔ المائدہ: ۴۸

۱۶۔ المومنون: ۶۱

۱۷۔ الانبیاء: ۴۷

۱۸۔ الانعام: ۶۲

۱۹۔ الرعد: ۴۱

۲۰۔ الحشر: ۱۸

۲۱۔ الزلزال: ۷، ۸

۲۲۔ الکہف: ۷

۲۳۔ الملک: ۲

۲۴۔ مسلم: ج ۱، ۵۳، رقم ۹، ۱۰۔ بخاری: ج ۱، ص ۲۰، رقم ۵۰۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۳۳، رقم ۴۶۹۵۔ ترمذی: ج ۴، ص ۲۷۵، رقم ۲۶۱۹۔ نسائی: کتاب الایمان، باب نعت الاسلام

۲۵۔ النساء: ۱

۲۶۔ کیمیائے سعادت: فاصل ششم، مقامِ مراقبہ

۲۷۔ المتقی الہندی۔ کنز العمال: حدیث نمبر ۱۷۷۹۰۔ ابن الجوزیؒ نے اس واقعے کو حلیۃ الاولیا میں قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۲۸۔ مسلم۔ الجامع الصحیح: کتاب الامارہ، باب تحریم ہدایا العمال۔ الخراج، ابو الحسن علی بن محمد، م ۷۸۹ھ۔ تخریج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الدلالات السمعیہ، قاہرہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۰ء: ص ۲۵۲

۲۹۔ ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ مصطفیٰ البابی، قاہرہ، ۱۳۵۵ھ: ج ۴، ص ۳۱۱۔ عبدالرزاق۔ المصنف: ج ۱۱، ص ۱۷۴

۳۰۔ کنز العمال: ج ۱۲، ص ۵۷۴، حدیث نمبر ۳۵۷۹۴

۳۱۔ کنز العمال: ج ۹، ص ۱۷۴۔ محمد ابن سعد۔ الطبقات الکبری: ج ۳، ص ۲۹۳

۳۲۔ اس واقعے کو مؤرخین بیان کرتے ہیں: مثلاً ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں ابن الجوزی نے مناقب عمر میں اور ابن درید نے اپنی امالی میں اسے بیان کیا ہے۔

۳۳۔ مصنف عبدالرزاق۔ کتاب الجامع للامام معمر بن راشد الازدی روایۃ الامام عبدالرزاق۔ تحقیق حبیب الرحمان اعظمی، باب الامام راع۔ المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳ھ: حدیث نمبر ۲۰۶

۳۴۔ بخاری: ج ۱، ص ۲۲، رقم ۵۸

۳۵۔ الانفال ۸: ۵۳

۳۶۔ الرعد ۱۳: ۱۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات اور آپ کی معاشی زندگی

معیشت نبوی ﷺ

سید فضل الرحمن

یہ کتاب اپنے موضوع کے حوالے سے دو اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے:

- رسول اکرم ﷺ کی معاشی تعلیمات
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی۔ جس میں خاص طور پر آپ ﷺ کی معاشی مصروفیات اور معمولات کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں

صفحات: ۱۶۰ قیمت: ۱۶۰ روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے، ۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: 36684790

E-mail:info@rahet.org www.rahet.org

© rasailojaraid.com